عنیقہ محمد بیگ

وہ عجیب، بہت عجیب سا ہو گیا۔ محبت نے اسے ایسے عجیب رنگ میں بھگو دیا کہ جو کوئی اسے دیکھتا، دیکھتا ہی رہ جاتا۔اس کی زندگی اب گھڑی کی سوئیوں پر ٹک ٹک کر رہی تھی وہ اپنا ہر کام وقت پر کرنا چاہتا تھا۔۔۔ اور اگر کوئی کام اس کا وقت پر نہ ہو پاتا تو اس پر عجیب سی وحشت طاری ہو جاتی۔۔۔ جیسے اس کے پاس کچھ نہیں بچا۔۔۔ اور شاید اس کے پاس سچ میں کچھ نہیں بچا تھا۔

اس کی زندگی۔۔۔ اس کی محبت نور۔۔۔

جو ہمیشہ کے لیے اسے چھوڑ کر جا چکی تھی۔

نور جس لڑکی کو اس نے بے پناہ چاہا۔۔۔ وہ اسے کب۔۔۔ کیوں چھوڑ کر چلی گئی۔ وہ اب بھی نہیں سمجھ پایا تھا۔۔۔ کبھی کبھی وہ سوچتا شاید وہ اس کی محبت کے قابل نہیں تھا۔۔۔ اور سچ بھی یہی تھا شاید۔

نور دل و جان سے اس کی تھی۔۔۔ مگر عاصم کی لاپروائی سے وہ دور بہت دور ہوتی گئی۔۔۔ محبت وقت کے سوا کچھ نہیں مانگتی۔۔۔ نور نے بھی اس سے ہمیشہ اس کا "وقت" ہی تو مانگا تھا۔ مگر بدلے میں ہمیشہ اسے انتظار ہی ملا۔۔۔ وہ ہمیشہ اس سے شکوہ کرتی۔ اور وہ نور کی بات پر کبھی سنجیدہ نہ ہوتا۔۔۔ شاید اسے اپنی محبت پر بہت غرور تھا۔۔۔ کہ وہ اس کی مٹھی میں بند رہے گی۔۔۔ مگر نور کے لیے محبت بے معنی سی ہو کر رہ گئی۔۔۔ ہر دفعہ اس کی آنکھیں اس کے چہرے کو کھوجتی رہتیں۔ کبھی وہ بزنس ٹور پر لندن۔۔۔ تو کبھی امریکہ۔۔۔ تو کبھی جاپان، کامیاب بزنس مین بننے کی دوڑ میں وہ جیت تو گیا۔۔۔ مگر اس سفر میں اس نے اپنی محبت کھو دی۔۔۔

نور نے اس کے نام کی انگوٹھی اتار پھینکی اور اپنے تایا زاد ہاشم سے بیاہ کر کے ہمیشہ کے لیے اپنی محبت کو دفن کر گئی۔ اسے یقین نہیں آیا تھا۔۔۔ جب بزنس ٹور سے وہ گھر واپس لوٹا تو اس کے ملازم اشرف بابا نے نور کی طرف سے بھیجا تحفہ اسے تھما دیا۔ اس نے بہت محبت سے تحفہ کھولا۔۔۔ مگر پھر اس میں منگنی کی انگوٹھی اور ایک خط میں بے شمار شکوے اور شادی کی خبر پڑھتے اس کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔۔۔

وہ بار بار اس کے نمبر پر کال کرنے لگا۔۔۔ دوسری طرف نمبر بند جانے پر اس کے چہرے کا رنگ پیلا پڑنے لگا۔۔۔ اس نے بے چینی سے نور کی والدہ کو کال کی۔۔۔ دوسری طرف شاید وہ اس کی منتظر بیٹھی تھیں، بے شمار شکوے سننے کے بعد اسے پھر یقین ہو گیا کہ یہ مذاق نہیں تھا۔۔۔ بلکہ وہ سچ میں اسے چھوڑ کر جا چکی تھی۔

اور ان دونوں کی جدائی کا سبب وقت تھا۔۔۔ اس کا قیمتی وقت۔

وقت نے اس سے اس کی نور چھین لی۔۔۔ جو اس کی زندگی تھی، اس کی زندگی کا اب سب سے بڑا دشمن اس کا اپنا وقت تھا۔۔۔ وہ نور کی جدائی کے بعد وقت کا ایسا پابند ہوا۔۔۔ جیسے وہ وقت کو ہرانا چاہتا ہو۔

اس کے گھر کے ملازم۔۔۔ آفس ورکرز سب جانتے تھے کہ عاصم گھڑی کی سوئیوں پر چلنے والا شخص ہے اور جو لوگ وقت پر نہیں چلتے۔۔۔ وہ انہیں خود سے دور کر دیتا۔

اپنی اس عادت کی وجہ سے اس کے کئی دوست چھوٹ گئے ——— مزید اور کیا کیا اس کی زندگی میں ہونا تھا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا اور اب جاننا بھی نہیں چاہتا تھا۔

☆ ☆ ☆

"حد کرتی ہو لڑکی!... چادر لینے کا بھی ڈھنگ بھول گئی ہو۔ چادر گردن پر لپیٹنے کے بجائے شانوں پر اوڑھو۔" فرخندہ نے غصے سے رانی کو دیکھتے اپنی بڑی چادر کو خود پر لپیٹا۔

"اماں... ایک تو آپ بھی ناں... جینے نہیں دیتیں یہ کرو وہ نہ کرو' حد ہے زمانہ کہاں سے کہاں چلا گیا... اور آپ ..."

"اف... بک بک مت کرو... جیسا میں کہہ رہی ہوں... ویسا کرو... اور جلدی کرو۔" فرخندہ نے آنکھیں دکھائیں۔

"اماں... چلتے ہیں ناں اتنی جلدی کس بات کی ہے۔" وہ تیزی سے چپل پہننے لگی۔

"تجھے کچھ نہیں پتا... صاحب وقت کے بہت پابند ہیں۔ پہلے دن ہی دیر سے پہنچے تو ملازمت گئی۔" فرخندہ جو بیمار رہنے کی وجہ سے اب اپنی جگہ پر رانی کو لگوانا چاہتی تھی... اس کی حرکتوں پر فکرمند تھی...

اس نے تیار ہونے کے بعد تیزی سے الماری کھولی اور اپنا سیل فون چھوٹے سے بیگ میں ڈالا۔

"یہ کمبخت ساتھ نہیں جائے گا... اسے گھر پر رکھو۔" فرخندہ نے غصے سے چبا کر کہا۔

"اماں... کام ختم ہو گا تو میں آپ کو فون کر کے بلوالوں گی نا۔" اس نے معصومیت سے جواب دیا... وہ گھبرا گئی تھی کہ سیل فون گھر پر چھوڑ دیا تو قاسم کو فکر پڑ

جائے گی۔

فرخندہ غصیلی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

"اماں... کیا ہو گیا ہے؟ قسم سے سارے کام وقت پر کروں گی۔ لے جانے دو اماں!" اس نے ماں کی منت کی۔

"تجھے صاحب کا نہیں پتا... ایک منٹ بھی کہیں کام میں اوپر نیچے تو نے کر دیا تو میرے ہاتھ سے یہ ملازمت گئی... اور یہ ملازمت گئی تو اس گھر کا چولہا بند ہو جائے گا... اب بڑھاپے میں اپنے ماں باپ سے بھیک منگوائے گی کیا؟"

"اوہو... اماں... اب ایسا بھی کچھ نہیں ہو جائے گا۔ اعتبار نہیں ہے مجھ پر؟" وہ الٹا ناراضی سے بولی۔ مگر ساتھ ہی بیگ میں سے سیل فون نکال کر ماں کو تھما دیا۔

فرخندہ کے چہرے پر سکون کی لہر چھا گئی... اور اس نے سیل فون دوبارہ اس کی الماری میں رکھ دیا... اور فکر مندی سے گھڑی کی طرف دیکھ کر بولی۔

"چل جلدی نکل۔"

"اماں! تمہارے صاحب کیا ہٹلر ہیں؟" اس نے جل کر پوچھا۔

"چپ چاپ چل بس... زیادہ باتیں نہ بنا۔" فرخندہ نے تیزی دکھائی گھر پر تالا لگایا اور چل پڑی۔

☆ ☆ ☆

وہ دونوں رکشے پر سوار ہو گئیں...

"اماں... صاحب کے کتنے بچے ہیں؟" اس نے یونہی سوال کیا۔

"بچے نہیں ہیں... اور سن! صاحب کے متعلق کسی بھی ملازم سے کچھ نہ پوچھنا۔" فرخندہ نے ڈپٹا۔

"کیوں؟ انہوں نے شادی نہیں کی؟" وہ تجسس سے بولی۔

"اری لڑکی... نوکروں کا کام صرف کام کرنا ہوتا ہے... ان کی ذاتی زندگی پر نظر نہیں رکھنی چاہیے۔"

"پھر بھی اماں! کچھ تو بتا..." وہ بے تابی سے پوچھنے لگی۔

"اچھا پہلے وعدہ کر... مجھے شکایت کا موقع نہیں دے گی۔" فرخندہ نے اس سے وعدہ مانگا... جو اس نے جھٹ سے دے دیا۔

"صاحب بیچارے کو محبت نے ایسا کر دیا... سنا ہے... ان کی منگیتر انہیں چھوڑ کر چلی گئی تھی۔"

"وہ کیوں؟" اس نے تجسس سے پوچھا۔

"میں یہ نہیں جانتی..." فرخندہ نے آنکھیں دکھائیں۔

"نام کیا تھا اس کا؟"

"نور۔"

"کتنا پیارا نام ہے۔ اماں! کاش آپ بھی میرا نام سوچ سمجھ کر رکھتیں... رانی ایسی رانی جس کی کوئی حویلی نہیں۔"

اس نے معصومیت سے کہا تو فرخندہ کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی... اس نے دوسری طرف منہ کر لیا۔ اسے پہنچنے کی جلدی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ رکشے سے اتری تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اتنا شان دار بنگلہ اس نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ ایسے گھر تو کبھی خوابوں میں بھی نہ دیکھے تھے۔

"اماں! تو اس محل میں کام کرتی ہے؟" سفید سنہری رنگوں سے سجا یہ بنگلہ آس پاس کے تمام بنگلوں کو مات دے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ منہ سے آواز بھی سرسراتی ہوئی نکل رہی تھی۔

"بس کر۔ ایسے پاگلوں کی طرح مت دیکھ... چپ چاپ پیچھے پیچھے آ میرے۔" فرخندہ نے ڈپٹا اور اپنے قدم باورچی خانے کی جانب بڑھا دیے جو اس کا اصل ٹھکانا تھا۔

وہ باورچی خانہ دیکھ کر پھر حیران ہو گئی... اتنا بڑا باورچی خانہ اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا... ہر چیز اپنی

جگہ سلیقے سے سجی ہوئی تھی۔ وہ باورچی خانے کی لمبائی چوڑائی دیکھتے اندازہ کرنے لگی اس کا تو پورا گھر باورچی خانے جتنا ہو گا۔ فرخندہ کے علاوہ اس باورچی خانے کا کام کلثوم بھی دیکھتی تھی ـــــــ فرخندہ نے جاتے جاتے رانی کو سمجھا دیا۔ کہ کلثوم کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹانا۔

مگر رانی نے محسوس کیا۔۔۔ کلثوم اس بات کا زیادہ ہی فائدہ اٹھانے لگی۔ بنگلہ اتنا بڑا تھا کہ کام کرتے کرتے اسے وقت کا علم نہ ہو سکا۔۔۔ مگر اس نے ماں کے حکم کے مطابق بہت توجہ سے کام کیا تھا۔

شام کے چھ بج رہے تھے۔۔۔ جب گھر کے سارے ملازمین مستعد سے ہو گئے۔

یہ وقت عاصم کے گھر آنے کا تھا۔۔۔

کلثوم کے کہنے کے مطابق اس نے تمام کھانے کی چیزیں تیار کرلی تھیں۔ کھانا وہ فرخندہ سے بھی اچھا بنا لیتی تھی۔ مگر پھر بھی وہ دل ہی دل میں ڈر رہی تھی۔۔۔

گاڑی کا ہارن بجا۔ اس نے باورچی خانے کی کھڑکی سے باہر جھانکا۔۔۔ گارڈ نے سلام کر کے گیٹ کھول دیا۔۔۔ سفید چمکتی گاڑی شان سے اندر داخل ہو گئی۔

وہ گاڑی کے دروازے کو بے تابی سے دیکھنے لگی۔۔۔ وہ عاصم کو دیکھنا چاہتی تھی۔ اور پھر آخر کار وہ گاڑی سے باہر نکلا۔۔۔ سیاہ رنگ کے پینٹ کوٹ میں وہ بہت باوقار لگ رہا تھا۔۔۔ پھر اس کی نظریں اس پر سے نہ ہٹ سکیں۔ جب تک وہ اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہوا۔

"اری لڑکی۔۔۔ کہاں کھو گئی ہے۔۔۔ جلدی سے پانی لے کر جا۔" کلثوم نے اسے کہا۔۔۔ اور خود سلاد تیار کرنے لگی۔۔۔ جو اس کا روز کا کام تھا۔

"میں۔۔۔ میں لے کر جاؤں گی خالہ!" وہ گھبرا کر بولی۔

"ہاں۔۔۔ بی بی تم ہی لے کر جاؤ گی۔۔۔ اور صاحب کو بھی تم خود ہی اپنے متعلق۔ بتاؤ گی؟" کلثوم نے اس پر واضح کر دیا کہ اس گھر میں ہر کوئی اپنی محنت سے مقام بناتا ہے۔

وہ پانی لے کر ٹھیک ساڑھے چھ بجے اس کے کمرے کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔ اندر سے ایک باوقار آواز ابھری۔۔۔

"آجاؤ۔۔۔"

وہ سہمی سہمی سی پانی لے کر اندر داخل ہو گئی۔

"جی السلام علیکم۔۔۔" اس نے ٹیبل پر پانی رکھتے ہوئے کہا۔۔۔ اور نظریں جھکا لیں۔

"وعلیکم السلام۔۔۔ تم رانی ہو۔۔۔؟" اس نے سرسری سا دیکھ کر پوچھا۔

"جی۔۔۔ میں رانی۔۔۔ فرخندہ میری والدہ۔"

اس سے پہلے کہ وہ لمبی چوڑی تقریر کرتی۔۔۔

اس نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"اپنا کام کرتی رہنا۔۔۔ تم جا سکتی ہو۔"

رانی چپ چاپ کمرے سے باہر آگئی اور لمبی سانس لے کر منہ میں بڑبڑائی۔۔۔ عجیب ہیں۔

☼ ☼ ☼

"تمہیں کام کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔۔۔ میں جو ہوں۔۔۔ تم اب نہیں جاؤ گی۔"

وہ رات جب گھر واپس لوٹی تو اس کے نمبر پر قاسم کی بے شمار کالز اور میسجز آئے ہوئے تھے۔

"قاسم۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ اماں کو ابھی تمہارا علم نہیں۔۔۔ میں کیسے تم سے مدد لے سکتی ہوں۔"

"تم اماں سے میری بات کرو۔۔۔" وہ خفگی سے بولا۔

"نہیں میں اماں سے ابھی بات نہیں کر سکتی۔۔۔ وہ کیا سوچیں گی۔۔۔ کہ ابھی ایک دن میں کام پر گئی ہوں۔۔۔ اور ساتھ ہی شادی کی بات۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ تمہیں میرا انتظار کرنا ہو گا۔" اس نے پریشانی سے جواب دیا۔

قاسم اس کی بات سن کر چپ ہو گیا۔ وہ پریشانی سے بولی۔

"قاسم میں تمہاری ہوں.... اور ہمیشہ تمہاری ہی رہوں گی.... مجھ پر یقین کرو۔" وہ اپنی محبت کا یقین دلانے لگی۔

"ہاں.... ہاں.... میں جانتا ہوں.... کہ تم صرف میری ہو.... مگر میں اس معاشرے سے ڈرتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے کوئی چھین نہ لے۔" اس نے پیار سے جواب دیا۔ وہ پچھلے تین سال سے محنت کر رہا تھا کہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو کر رانی کو اپنا بنا لے گا۔

"مجھے کوئی تم سے جدا نہیں کر سکے گا.... صرف موت ہی ہوگی.... جو مجھے تم سے جدا کر سکے گی۔" رانی نے اپنی محبت کی انتہا بتا دی۔

"صاحب کے بنگلے جیسا تمہارے لیے بنگلہ بناؤں گا....." وہ عاصم کے بنگلے کی پہلے تعریف کر چکی تھی۔

"اچھا.... سچ پھر اسے میں اپنے ہاتھوں سے سجاؤں گی۔" وہ پرجوش سی ہو گئی۔

"تم دعا کرو.... شاید اللہ تمہاری دعاؤں سے مجھے سب کچھ دے دے۔ جس کی خواہش میں رکھتا ہوں۔" اس نے پیار سے درخواست کی۔

"قاسم انشاء اللہ.... اللہ ہمارے حق میں بہتر کرے گا.... مگر میں یہ نہیں چاہتی کہ تم صاحب کی طرح کام میں اتنے مگن ہو جاؤ.... کہ تمہیں میں ہی یاد نہ رہوں۔" وہ فوراً "نور" کو یاد کر کے ڈر سی گئی۔

"خیریت .... ایسا کیوں کہہ رہی ہو....؟" اس نے فکر مندی سے پوچھا۔

"صاحب کے پاس بے شک دولت بہت ہے.... مگر پھر بھی وہ غریب ہیں.... ان کی محبت "نور" ان کی زندگی سے چلی گئی.... میں نے اماں سے سنا ہے.... کہ صاحب انہیں وقت نہیں دے پاتے تھے.... ہر وقت کام 'کام .... اور پھر۔" اس نے افسردگی سے بات چھوڑ دی.... اس کی سانس پھولنے لگی.... وہ صاحب کے چہرے کی اداسی بھول نہ پائی۔

"نہیں میں کبھی تمہیں بھول نہیں سکتا.... مگر خفا ضرور ہو جاؤں گا.... اگر تم نے کل سیل فون گھر پر چھوڑا.... تم اب ہر وقت اپنا سیل فون پاس رکھو گی۔"

اس نے بچوں کی طرح ضد کی۔

"اچھا.... اچھا.... مگر میں فون نہیں .... صرف میسجز پر بات کر سکوں گی۔" وہ ہنسی۔

"منظور ہے۔" وہ بھی ہنسا۔

اور پھر دونوں پیار کرنے والے دیر تک باتیں کرتے رہے۔

ایک ہفتہ سے اسے وقت کے ساتھ ساتھ چلنا پڑ رہا تھا.... صبح جلدی اٹھ جانا اور پھر ہر کام وقت پر کرتے کرتے وہ بیزار سی ہو گئی.... مگر سیل فون لے جانے کی وجہ سے وہ فریش سی ہو جاتی.... وہ اپنی ماں سے کچھ نہ کہہ سکی۔ مگر گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ ساتھ چلتے۔ وہ تھک سی گئی تھی۔ ہر وقت اس کی نوکری کو خطرہ لگا رہتا تھا۔ یہ فکر ہی اس کے کام کرنے میں دشواری پیدا کر رہی تھی۔

اور ایک صبح اس کے پاؤں تلے زمین نکل گئی.... جب وہ ناشتے کی ٹرالی عاصم صاحب کے کمرے میں رکھ آئی تو اسے باورچی خانے میں آکر یاد آیا۔ کہ وہ شوگر پاٹ تو ٹرالی میں رکھنا بھول گئی تھی.... اس نے کلثوم کو اس بات کے متعلق بتایا تو وہ اپنا دل تھام کر بیٹھ گئی۔

"اری لڑکی یہ.... یہ کیا ظلم کر دیا.... تم نے صبح صبح برباد کر دیا۔"

کلثوم خالہ تو رونے لگیں.... کیوں کہ صبح کا ناشتا وہ تیار کرتی تھیں' مگر آج انہوں نے رانی کو یہ ذمہ داری سونپ دی.... جس پر وہ اپنا سر پیٹنے لگیں۔

"خالہ .... میں ابھی شوگر پاٹ رکھ آتی ہوں۔" وہ گھبرا کر بولی۔

"پاگل لڑکی.... !ابھی تھوڑی دیر میں ہم دونوں کی چھٹی کا اعلان آتا ہو گا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔" وہ گھڑی کی طرف دیکھ کر بولی....

"خالہ !ابھی پانچ منٹ ہیں۔ صاحب پورے نو بجے ناشتا کرتے ہیں.... اور وہ ابھی اپنی لائبریری میں ہیں۔" اس نے تیزی سے شوگر پاٹ کھولا.... اور تھوڑی سی چینی اپنی مٹھی میں دبا کر بھاگی۔

"اللہ خیر کرے.... بچی کامیاب ہو جائے۔" کلثوم

نے وال کلاک کی طرف نظریں گاڑ دیں۔
وہ پاگلوں کی طرح سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کمرے میں پہنچی۔۔۔ مگر افسوس وہ کپ میں چینی نہ ڈال پائی۔۔۔ کیوں کہ عاصم پہلے ہی کمرے میں موجود تھا۔۔۔ اور یوں اس کے بغیر اجازت اندر داخل ہونے پر حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔
"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" عاصم غصے سے بولا۔
"وہ۔۔۔ وہ۔" اس نے وہ ہاتھ دوپٹے میں چھپالیا۔۔۔ جس میں تھوڑی سی چینی اٹھالائی تھی۔ اس نے سر جھکالیا۔
"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔۔ جواب دو۔" اب کہ وہ بھرپور غصے میں تھا۔
"صاحب۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔۔" اسے برسوں اسٹور کی صفائی کرتے ہوئے ایک کارڈ ملا تھا۔۔۔ بس پر نور لفظ ہزاروں دفعہ لکھا ہوا تھا۔۔۔ اس نے بس اسی کارڈ پر بات شروع کر دی۔
"صاحب! وہ۔۔۔ وہ اسٹور میں آپ کی قیمتی چیزوں میں سے ایک قیمتی چیز رہ گئی تھی۔ میں نے بس آپ کو اس کے متعلق بتانا تھا۔" اس نے ڈرتے ڈرتے یہی بات کر ڈالی۔۔۔ کہ اب صرف اس کی محبت ہی اس کا دھیان بٹا سکتی ہے۔۔۔ کیوں کہ وہ جانتی تھی۔۔۔ محبت ایسی دنیا کا نام ہے۔۔۔ جس میں سوچ نہیں بستی۔۔۔
"کون سی قیمتی چیز۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔
"وہ ایک پرانا پھولوں کا کارڈ ہے۔" اس نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔
"پرانا پھولوں کا کارڈ۔۔۔ وہ قیمتی چیز ہے؟" وہ چیخا۔۔۔ اب کہ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔
"صاحب۔۔۔ صاحب۔۔۔ اس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔" اس نے دوبارہ ہمت باندھی۔۔۔ اور بول پڑی جبکہ عاصم کے سامنے اب اس کا وجود کانپ رہا تھا۔
"کیا لکھا ہے۔۔۔" وہ غصے سے گھورنے لگا۔ کہ جیسے رانی اس کو بے وقوف بنا رہی ہے۔
"صاحب۔۔۔ وہ' وہ۔۔۔ نور۔۔۔ یہ لفظ اس کارڈ پر ہزاروں دفعہ لکھا ہوا تھا۔۔۔ اس لیے میں نے سوچا۔۔۔ کہ آپ کے لیے قیمتی چیز صرف آپ کا وقت ہے۔۔۔ اور نہ جانے اس کارڈ پر نور اتنی بار لکھتے وقت آپ کا کتنا قیمتی وقت لگا ہو گا۔۔۔ تو سوچا۔۔۔ کہ آپ سے اس بات کا ذکر کر دوں۔"
"نور۔۔۔" برسوں بعد آج رانی کے منہ سے اس کے سامنے نور کا نام آیا تھا۔ اس کے چہرے سے غصہ ایک دم غائب ہو گیا۔۔۔ اور وہ خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔
"صاحب۔۔۔ آپ ٹھیک تو ہیں۔" وہ اس کی خاموشی پر گھبرائی۔
"بیٹھ جاؤ۔" اس نے حکم دیا۔۔۔ وہ آرام سے فرش پر بیٹھ گئی۔۔۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے زبان کھولی۔
"نور میری محبت تھی۔۔۔ میری پہلی محبت۔۔۔ میں کبھی اسے نہیں بھول پایا۔۔۔ وقت نے مجھ سے میری نور چھین لی۔" پھر وہ اپنی اور نور کی پہلی ملاقات اس کو سنانے لگا۔
اس نے باتوں ہی باتوں میں کب پھیکی چائے پی لی۔۔۔ وہ نہیں جان پایا۔ جب کہ وہ سہمی بیٹھی غور سے اس کی چائے ختم ہونے تک کانپتی رہی۔
وہ پھیکی چائے کی چسکی لیتے لیتے اپنی محبت کو بیان کرتا رہا۔۔۔ آج وہ وقت کی قید سے آزاد ہو چکا تھا۔۔۔ اس کا سیل فون کئی بار بجا۔۔۔ مگر اس نے توجہ نہ دی۔۔۔ آخر کار اس محبت کی کہانی کو کلثوم کی دستک نے چونکایا۔۔۔ تو وہ اپنی دنیا سے باہر آگیا۔
"صاحب! کچھ لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں؟" کلثوم نے شائستگی سے بتایا۔۔۔ اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا۔۔۔ وہ دو گھنٹے آفس سے لیٹ ہو چکا تھا
اس نے کلثوم کو مہمانوں کو چائے دینے کا حکم دیا۔۔۔ اور پھر خود بھی خاموشی سے باہر چلا گیا۔
اس کی اٹکی سانس بحال ہوئی۔۔۔ اور وہ مٹھی جس میں تھوڑی سی چینی اس نے دبا رکھی تھی۔۔۔ اس نے مسکراہٹ کے ساتھ منہ میں ڈال لی۔۔۔ اور مسکرا کر بولی۔ "سچ میں محبت میٹھی سی ہوتی ہے۔۔۔ بہت میٹھی سی!"